سیاستِ عادلہ

(۲)

—————— مولانا سلطان احمد اصلاحی

خدا ترسی وخیر پسندی:

معاصر دنیا کی سیاست کا نام آتے ہی ذہن میں ناخدا ترسی، مکر وفریب، بے ایمانی وبدعنوانی اور جرائم پسندی کا تصور ابھرتا ہے۔ یہاں تک کہ سیاست کو ایک ایسا گندا تالاب باور کیا جاتا ہے جس میں غوطہ زنی کے بعد آدمی کا پاک باز اور پاک دامن باقی رہنا ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مخلص اور ایمان دار لوگ، جو سیاست کے ذریعہ سماج اور معاشرے کی مخلصانہ خدمت کا جذبہ رکھتے ہیں، وہ اس کی اس ابتری کو دیکھ کر اپنے قدم پیچھے ہٹانے کے لیے مجبور پاتے ہیں، اسلام سیاست کو جس بلندی اور پاکیزگی سے ہم کنار کرنا چاہتا ہے اور جس کا کامیاب ترین تجربہ آج سے چودہ سو سال پہلے خلافت راشدہ کی صورت میں دنیا دیکھ چکی ہے، اس کا طرز وانداز اس سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے۔ اس کے مطابق دنیا کی امامت وسیادت کے منصب پر جو لوگ فائز ہوں گے اور جن کے ہاتھ میں حکومت واقتدار کی زمام ہوگی وہ نماز وزکوۃ کا اہتمام کرنے والے، بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے منع کرنے والے ہوں گے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج:۴۱)	وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین پر اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائی سے منع کریں اور تمام معاملات کا انجام اللہ کے ہاتھ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اسلامی ریاست کے حکم رانوں کے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا جو حکم ہے اس کا مطلب یہ بالکل نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے طور پر اس کا اہتمام کر لیتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خود تو وہ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہی ہیں، اس سے آگے وہ اپنی پوری مملکت میں اس کی فضا ہموار کرتے اور اس کا نظام قائم کرتے ہیں۔ معلوم ہے کہ اسلام میں نماز اور زکوٰۃ پورے دین کا عنوان ہے۔ نماز کے اہتمام کے ذریعہ انسان کا اپنے اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ بندۂ مومن کی شعوری نماز انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر دائرے میں اس کو نفس و شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتی اور اس کو جادۂ حق وصواب پر استوار رکھتی ہے۔ سچی زکوٰۃ کے ذریعہ آدمی خدا کے بندوں سے جڑتا اور ان کے دکھ درد میں ان کا شریک اور حصہ دار بنتا ہے۔ معاصر دنیا کی سیاست میں حکم راں عوام کو لوٹتے، چوستے اور ان کا استحصال کرتے ہیں۔ اسلام کی سیاست عادلہ میں حاکم عوام کا خادم اور ان کا ہم درد و غم گسار ہوتا ہے۔ اپنے طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کا نظام قائم کر کے وہ اس ہم دردی اور بہی خواہی کا عملی ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اس کے بعد جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ کہ دنیا کے اندر بھلائی کا نظام قائم ہو اور برائیوں کا خاتمہ عمل میں آئے۔ اسلام کی سیاست عادلہ کے کار پردازوں کی یہی خصوصیات آگے بیان ہوئی ہیں کہ وہ روئے زمین پر بھلائیوں کے فروغ اور برائیوں کے خاتمہ کا اپنے کو پابند تسلیم کرتے ہیں۔

ایک اور موقع پر بھی ان کی یہی خصوصیت اور ان کی یہی خوبی بیان کی گئی ہے۔ زمین میں حکومت و اقتدار مل جانے کے بعد وہ بے لگام نہیں ہوتے، بلکہ اپنی پوری زندگی میں ایمان اور عمل صالح کی روش پر کار بند ہوتے ہیں۔ ایک خدا کی بندگی کے راستے پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہتے ہیں، جس کی برکت سے ہی زندگی میں دین و دنیا کی بھلائیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کے ساتھ وہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر دائرے میں رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقے پر کار بند ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں دنیا و آخرت میں وہ رحمت ایزدی کو اپنا ہم رکاب پاتے ہیں:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْامِنْکُمْ
وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ
فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ
الَّذِیْ ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ
بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْناً یَعْبُدُوْنَنِی
لَایُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئاً وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ
ذٰلِکَ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ.
وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ
وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ
(نور:۵۵۔۵۶)

اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے ہوں گے وہ ان کو ضرور زمین میں اقتدار بخشے گا جیسا کہ اس نے پہلے لوگوں کو اقتدار بخشا اور ان کے لیے ان کے اس دین کو غلبہ عطا کرے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند کر رکھا ہے اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں تبدیل کر دے گا۔ (جس کے بعد وہ بے خوف وخطر) میری بندگی کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ کفر کے راستے پر جمے رہیں تو یہی اصل نافرمان ہیں۔ اور نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی پیروی اختیار کرو۔ امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

عہدے اور مناصب سے دوری:

معاصر دنیا کی سیاست کی آفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہاں ہر شخص عہدے اور منصب کا بھوکا ہے۔ سیاست کے ذریعہ عوامی خدمت بس برائے نام ہی رہ گئی ہے۔ ورنہ اس کا اول و آخر مقصود عہدوں اور مناصب کی طلب رہ گیا ہے۔ موجودہ سیاست کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں اسلام کی تعلیمات سے ہدایت اور روشنی حاصل کی جا سکتی ہے۔ رہبر اعظم ﷺ نے اپنے چاہنے والوں کو عہدہ و منصب کی طلب اور خواہش سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہؓ کو ایک موقع پر آپ ﷺ نے خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

یاعبد الرحمن بن سمرة ، لاتسأل الامارة ، فإن أعطیتها عن مسئلة وُکّلتَ الیها ، وإن أعطیتها عن غیر مسئلة اعنت علیها ۱	اے عبدالرحمٰن بن سمرہؓ! حکومت وسربراہی کے طلب گار مت بنو اس لیے کہ اگر یہ تمھیں مانگنے سے ملے گی تو تم کو اس کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیا جائے گا اور اگر یہ تم کو بغیر مانگے ملے گی تو تم کو اس کے لیے اچھے مددگاروں کی رفاقت نصیب ہوگی۔

یہ سیاست میں روحانیت کی آمیزش کا مسئلہ ہے۔ ایک مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہوتو وہ دین ودنیا کا کوئی کام ٹھیک طریقے سے انجام نہیں دے سکتا۔ جوڑ توڑ سے کسی منصب کو حاصل کر کے آدمی اگر اللہ کی مدد سے محروم ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اس کی دوسری بدنصیبی نہیں ہوسکتی ہے۔ اسی لیے سچے مسلمان کو ہمیشہ طلب اور کوشش کے بغیر کسی عہدے اور منصب کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہونا چاہیے۔ یہ اس حدیث نبویؐ کا بڑا اہم نکتہ ہے جسے نمایاں کرنے کے لیے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے زیرِ نظر باب کے علاوہ اس سے اوپر اس مضمون کو ممتاز کرنے کے لیے اس کا ایک الگ باب بھی قائم کیا ہے، جس میں انھوں نے اس روایت کو الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ دوبارہ نقل کیا ہے:

باب من لم یسأل الإمارة أعانه الله علیها ۲	اس کا باب کہ جو حکومت وسربراہی کا طلب گار نہ ہو اللہ اس کے معاملے میں اس کی مدد کرتا ہے۔

اس کے بعد وہ دوسرا باب ہے جس سے ہم نے اوپر کی روایت نقل کی ہے:

باب من سأل الإمارة وکّل الیها ۳	اس کا باب کہ جو حکومت وسربراہی کا طلب گار ہوتا ہے وہ اس کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔

دوسری روایت میں اس کی مزید تفصیل ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی

روایت ہے کہ ایک موقع پر میں اور میرے قبیلہ کے دو اور اشخاص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ دیر بعد ان دونوں آدمیوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم کو کوئی عہدہ اور منصب عطا فرمایئے۔ دوسرے شخص نے بھی آپؐ سے اس کی فرمائش کی۔ اس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

انّا لانولّی من سالہ ولا من حرص علیہ ۴؎	ہم کوئی عہدہ اور منصب اس شخص کو نہیں دیتے جو اس کا طلب گار ہوتا ہے یا اس کے اندر اس کا لالچ ہوتا ہے۔

صحیح بخاری کے اسی باب میں آپ ﷺ کی دوسری حدیث بھی ہے جس میں آپؐ نے قیامت تک کے لیے اصولی طور پر عہدہ اور منصب کے لالچ سے بچنے اور اس کی بڑھی ہوئی ذمہ داریوں میں کوتاہی کے نتیجہ میں قیامت کے دن ہونے والی شرمندگی اور پشیمانی کا تذکرہ کر کے اس سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ وسائل حیات کی ترقی کے ساتھ معاصر دنیا کی سیاست بھی بہت پر کشش ہوگئی ہے۔ ایک بار جس کو اس کا مزہ مل جائے پھر وہ کسی طرح اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا ہے۔ حدیث کے آخری ٹکڑے میں اس کی بہت اچھی مثال دی ہے۔ بچے کو ماں کا دودھ پینے میں کتنا سکھ ملتا ہے۔ لیکن جب اس کا دودھ چھڑایا جاتا ہے تو اس کو اسی قدر تکلیف بھی ہوتی ہے۔ یہی حال حکومت و اقتدار اور عہدہ و منصب کا ہے کہ اس سے حاصل ہونے والی سہولت اور راحت تو آدمی کو بہت اچھی لگتی ہے، لیکن ذمہ داریوں میں کوتاہی کے نتیجے میں اللہ کی جناب میں اس کی جو جواب دہی کرنی ہوگی اس سے اس کی دنیا کا سارا سکھ ہرن ہوجائے گا۔ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ زبان تہذیب اور عقیدے کی علم بردار ہوتی ہے۔ اس کی روشنی میں وطن عزیز کی سیاست میں 'ستا کا سکھ بھوگنے' کی تعبیر کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ تعبیر ہی صحیح نہیں ہے۔ یہاں تو مسئولیت ہی مسئولیت ہے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے خدا ترس و دین دار امیر اور خلیفہ کا دن کا چین اور رات کا آرام حرام ہوجاتا ہے۔ اب حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ پڑھیے جس کی روایت صحابیِ رسول حضرت ابو ہریرہؓ کرتے ہیں:

انكم ستحرصون على الإمارة، وستكون ندامة يوم القيامة، فنعم المرضعة وبئست الفاطمة ۵

ایک وقت آئے گا جب کہ تمہارے اندر عہدہ ومنصب کا لالچ پیدا ہوجائے گا، لیکن قیامت کے دن یہ سراسر پچھتاوا کا باعث ہوگا۔ تو اچھا ہے کہ یہ دنیا میں نہ ملے؟ جس سے کہ آخرت میں پچھتانا نہ پڑے۔

حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا تو اس مسئلے میں یہاں تک کہنا ہے کہ:

لو علمت أن أحداً أقوىٰ على هذا الأمر منّي لكان أن أقدَّم فيُضرب عنقي أهون عليّ فمن ولي هذاالأمر بعدى فليعلم أن سيردّه عنه القريب والبعيد وأيم الله إن كنت لأقاتل الناس عن نفسي ۶

اگر مجھ کو پتہ ہو کہ میرے مقابلے میں دوسرے کے اندر حکومت چلانے کی زیادہ اہلیت ہے تو یہ بات کہ آگے بڑھا کر میری گردن ماردی جائے اس کے مقابلے میں میرے لیے زیادہ آسان ہوگی۔ تو میرے بعد اس معاملے کا جو ذمہ دار ہو اس کو پتا ہونا چاہیے کہ اس کے نزدیکی اور دور کے سب مل کر اس کو اس سے بے دخل کرنے کی کوشش کریں گے۔ خدا کی قسم اپنے دفاع میں لوگوں سے لڑتے میری عمر گزر گئی۔

دوسرے موقع پر اس کی وضاحت ہے، جہاں حضرت صدیق اکبرؓ کی موجودگی میں قوم کی سربراہی کے مقابلے میں انھوں نے اپنی گردن مار دیے جانے کو ترجیح دی:

لأن اُقدَّم فتُضرب عنقي أحبّ اليّ من أن أتأمرّ على قوم فيهم أبو بكرؓ ۷

مجھے کھینچ کر لایا جائے اور میری گردن اڑادی جائے یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اس جماعت کی امارت قبول کروں جس میں ابوبکرؓ جیسی ہستی موجود ہو۔

معاصر دنیا کی سیاست کو اس بے نفسی اور احتیاط کا معمولی سے معمولی حصہ بھی مل جائے تو اس کی کایا پلٹ ہوجائے ۔ اسلام کی سیاست عادلہ اس کے لیے اس

کایا پلٹ کا پورا سامان کرتی ہے۔ اب اس کا انحصار ان سطور کے پڑھنے والوں اور سننے والوں پر ہے کہ وہ اپنے کو اس کے لیے کس حد تک آمادہ کر پاتے اور اسلام کی نجات دہندہ تحریک کے چشمۂ صافی سے اپنے کو کس قدر سیراب کرنا چاہتے ہیں۔

عدل و انصاف:

عدل و انصاف پر ضمناً گفتگو اس سے پہلے 'اتباع ہویٰ سے گریز' کے عنوان کے تحت آچکی ہے۔ لیکن اسلام کی سیاست عادلہ میں یہ مضمون مرکزی اہمیت کا حامل ہے اس لیے اس پر الگ عنوان کے تحت گفتگو ضروری معلوم ہوتی ہے۔ سیاست اگر انصاف سے عاری ہو جائے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ جسم سے روح نکل جائے۔ اسلام کی سیاست عادلہ اپنے ہیکل سے اس روح کی جدائی کے لیے کسی صورت میں تیار نہیں۔ اس لیے کتاب اللہ میں اس کی تاکید ہے کہ کسی لاگ لپیٹ اور کسی جانب داری اور تحفظ کے بغیر دنیا میں عدل و انصاف کا قیام اور اس کا بول بالا ہونا چاہیے:

يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۔ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (نساء:۱۳۵)

اے مسلمانو! عدل و انصاف کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے والے، اور اللہ اور اس کے (حق کی) گواہی دینے والے بن جاؤ۔ چاہے، یہ تمہاری اپنی ذات، تمہارے ماں باپ اور تمہارے رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی زد میں آنے والا مال دار یا محتاج جو بھی ہو ان کی اللہ کو زیادہ فکر ہے۔ تو تم خواہشِ نفس کی پیروی میں انصاف کے راستے سے نہ ہٹو۔ اس کے باوجود اگر تم (گواہی میں) گڑبڑی کرتے یا (اس سے) روگردانی کرتے ہو تو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح پتا ہے کہ تم کیا کچھ کرتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں ایک بات تو یہ کہی گئی ہے کہ انفرادی و اجتماعی تمام دائروں میں بے لاگ عدل و انصاف کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ انسان کا خواہشِ نفس کی پیروی میں گرفتار ہو جانا ہے، جس پر اس سے پہلے تفصیلی کلام ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کی یہ دستوری آیت کریمہ دنیا میں ہمہ جہت انصاف کے قیام کے معاون اسباب کی نشان دہی کرتی اور اس کی آفات اور اس کی رکاوٹوں کا پتا دیتی ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ جب تک ایک اللہ کی ذات پر آدمی کا ایمان، دوسرے لفظوں میں اللہ کی ذات کو زندگی میں مرکزی مقام حاصل نہ ہو انسانی زندگی میں عدل و انصاف کی آبیاری کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ جب تک آدمی اللہ کو حاضر و ناظر جان کر حق کی گواہی دینے کو تیار نہ ہو گاؤں کی پنچایت سے لے کر عدالتِ عظمیٰ تک اور میونسپلٹی کی سطح سے وزارتِ عظمیٰ اور قصرِ سلطنت تک حق و انصاف کی آبیاری کی ضمانت حاصل نہیں کی جا سکتی۔ کتاب اللہ کی تاکید ہے کہ یہ گواہی اپنے خلاف اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں جس کسی کے بھی خلاف کیوں نہ جائے اس میں کسی قسم کا جھول اور لچک نہیں آنی چاہیے۔ بسا اوقات انصاف سے انحراف کا محرک بظاہر پاکیزہ ہو سکتا ہے کہ غلط گواہی سے کسی غریب اور محتاج کا بھلا ہو جائے گا۔ اسی طرح اکثر صورتوں میں کسی شخص کی دولت مندی اور اس کے اثر و رسوخ سے مرعوب ہو کر آدمی غلط گواہی کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ جادۂ انصاف سے انحراف کے ان دونوں ہی محرکات اور خواہشِ نفس کے فریب میں نہ آ کر بے لاگ انصاف کو یقینی بنانے کا حکم دیا گیا۔ آخر میں پھر تنبیہ کی گئی کہ ان تاکیدات کے باوجود اس سلسلے میں اگر کوتاہی ہوتی ہے، سچی گواہی میں ہیر پھیر کیا جاتا ہے، یا اس کو دینے سے انکار کیا جاتا ہے تو آخرت میں اس جرم عظیم پر اللہ کی پکڑ کے لیے تیار رہنا چاہیے، جو دنیا میں آدمی کے ہر چھوٹے بڑے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اس کے ظاہر و باطن ہر ایک کو وہ یکساں طور پر سمجھتا اور جانتا ہے۔ افسوس ہے کہ سمجھ دار انسانوں کی بہت بڑی اکثریت اللہ کی کتاب سے منھ موڑ کر اپنے مسائل کا حل چاہتی اور دنیا میں عدل و انصاف کی آبیاری کی آرزو مند ہے۔ لیکن ان تعلیمات کو

نظر انداز کر کے اس کی اس خواہش کی کبھی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

دوسرے موقع پر بھی اس سلسلے میں اللہ کی کتاب کی تاکید کا یہی رنگ ہے۔ البتہ یہاں اس کا اضافہ ہے کہ انصاف کے معاملے میں اپنے اور غیر ہی نہیں دوست دشمن کے معاملے کا بھی کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی اس کی آبیاری کے لیے خوفِ خدا کو لازمی شرط کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ فرد کی ذاتی زندگی کی طرح قوموں اور جماعتوں کی اجتماعی زندگی میں اس تقویٰ اور خوفِ خدا کا دور دورہ نہ ہو، تو آج کی ترستی انسانیت کو انصاف کی ایک بوند بھی نصیب نہ ہو سکے گی:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (مائدہ:۸)

اے مسلمانو! تم اللہ واسطے اٹھ کھڑے ہونے والے بنو انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس گناہ میں مبتلا نہ کرے کہ تم عدل سے کام نہ لو۔ عدل کو مضبوطی سے پکڑو۔ یہ خوف خدا سے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرو، بلا شبہ اللہ کو خوب پتہ ہے جو تم کرتے ہو۔

سورۂ نساء کی آیتِ بالا میں "قوّامین بالقسط شهداء للّٰه" (انصاف کو پکڑنے والے اور اللہ واسطے گواہی دینے والے) ہے اور یہاں "قوّامین للّٰه شهداء بالقسط" (اللہ کے لیے اٹھ کھڑے ہونے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے) کہا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کا تتمہ اور تکملہ ہیں۔ پہلی آیت کریمہ میں انصاف کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا مطلب ہے اللہ واسطے پکڑنا اور اللہ واسطے گواہی دینے کا مطلب ہے انصاف کے لیے گواہی دینا۔ اسی طرح یہاں اللہ کے لیے اٹھ کھڑے ہونے "قوامین للّٰه" کا مطلب انصاف کے واسطے اٹھ کھڑا ہونا اور انصاف کی گواہی دینے "شهداء بالقسط" کا مطلب ہوا اللہ واسطے اس کی گواہی دینا۔ اس سے انصاف اور توحید دوسرے لفظوں میں قانون اور اخلاق کے گہرے اور نازک

ترین رشتے کی گتھی سلجھتی ہے۔ زندگی میں جب تک اللہ کی ذات کو مرکزیت حاصل نہ ہوگی عدل وانصاف کی طرح دوسری تمام مطلوبہ قدروں کو ان کی جائز جگہ حاصل نہ ہوگی۔ آگے دشمن کے ساتھ انصاف نہ کرسکنے کے لیے لفظ جرم کا استعمال کیا گیا ہے ''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَنْ لَّا تَعْدِلُوا '' جس سے مزید اس کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آخری بات اللہ کے خوف اور تقویٰ کی ہے جس کے بغیر کبھی انصاف کی یہ بیل مینڈ چڑھنے والی نہیں، جیسا کہ اس کا تذکرہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

احادیث وآثار سے بھی انصاف کی یہی اہمیت سامنے آتی ہے۔ انصاف کا الٹا ظلم ہے۔ جس سے بچنے اور دُور رہنے کی اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی تاکید کی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة واتقو الشحّ فإن الشحّ أهلک من كان قبلكم حملهم على أن سفكوا دماء هم واستحلوا محارمهم [۸]

ظلم سے بچو اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ اسی طرح لالچ اور بخل سے دور رہو اس لیے کہ لالچ اور بخل تم سے پہلے لوگوں کو بری طرح تباہ کر چکا ہے۔ اس نے لوگوں کو آمادہ کیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کا خون بہائیں اور ایک دوسرے کی عزت وناموس کو تار تار کریں۔

یہ حدیث شریف اس مضمون کے سلسلے میں بہت جامع ہے، جس میں ظلم کے ساتھ اس کے سبب اور محرک کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ یہ حرص وطمع اور لالچ (شحّ) کا مرض ہے جس کے سامنے آدمی بالکل بے بس ہو کر رہ جائے اور اس کو اپنے اوپر بالکل قابو نہ رہے۔ جس فرد اور قوم کے اندر یہ مرض پیدا ہو جائے وہ اس کو بالکل اندھا بنا کے رکھ دیتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے ماضی کی قوموں کا حوالہ دیا ہے۔ حال سے بھی اس کی اسی طرح تصدیق ہوتی ہے۔ گذشتہ صدی عیسوی میں دنیا میں دو بڑی

جنگیں جولڑی گئیں جس کے نتیجے میں کروڑوں انسان موت کے گھات اتارے گئے اور ان کی جان کے ساتھ ان کے مال اوران کی عزت وآبرو کے ساتھ کھلواڑ کیا گیا اوران پر طرح طرح سے مظالم کے پہاڑ توڑے گئے اس کا اصل سبب اور محرک بھی وسائل معیشت پر قبضہ اور ملک گیری کی ہوس کے سوا دوسرا نہ تھا۔ اورآج کی یک قطبی دنیا کی واحد سپر پاور کے ذریعہ جو کچھ ہورہا ہے اس کو بھی اسی شدید حرص وطمع اور لالچ (شحّ) کا ثمرہ اور نتیجہ کہنا چاہیے۔ ایک اور حدیث میں بھی آپﷺ نے اس کی ایسی ہی ممانعت فرمائی ہے۔ آپﷺ کی مشہور حدیث ہے:

أنصر أخاک ظالماً أو مظلوماً	اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظلم کرنے والا ہو یا اس پر ظلم کیا جارہا ہو۔

بات چونکانے والی تھی اس لیے لوگوں نے سوال کیا کہ مظلوم کی مدد کا مطلب تو سمجھ میں آتا ہے لیکن یہ ظالم کی مدد کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس پر آپﷺ نے وضاحت فرمائی کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کے ہاتھ کو روک دیا جائے۔[۹] دوسرے موقع پر آپﷺ کے سلسلے میں صراحت ہے کہ:

کان النبی ﷺ یتعوذ............ من دعوة المظلوم[۱۰]	نبیﷺ (اللہ سے) اس کی پناہ طلب کرتے تھے کہ...... کسی مظلوم کی ان پر بددعا پڑے۔

اسی جگہ اس دعا کے الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں:

......واعوذبک أن أظلم او أُظلَم[۱۱]	......اور (اے اللہ) میں تجھ سے اس کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم کروں یا یہ کہ کوئی دوسرا مجھ پر ظلم کرے۔

قرآن شریف ہی کی طرح یہاں بھی اس معاملے میں اپنے اور غیر اور مسلمان اور کافر کا فرق نہیں ہے۔ مسند احمد میں صحابیِ رسول حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ آپﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

اتقوا دعوة المظلوم وان کان کافراً فانه لیس دونها حجاب [۱۲]

مظلوم کی بددعا سے بچو، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ وہ بلا روک اوپر پہنچتی ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ زمین میں عدل وانصاف قائم کریں گے، اس کے حق میں فضا بنائیں گے اور اس کا نفاذ عمل میں لائیں گے قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص اعزاز واکرام کے مستحق ہوں گے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مشہورترین حدیث کے بموجب حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ جن سات افراد کو خاص طور پر اپنے عرش کے سایے تلے جگہ دے گا، ان میں سرفہرست عدل پرور اور عدل گستر حاکم اور فرماں روا ہوگا۔ اللہ کے نبی ﷺ کا یہ ارشاد حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہے:

سبعة یظلّهم الله یوم لاظلّ الّا ظلّه :الإمام العادل ...... [۱۳]

سات طرح کے لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) سایہ فراہم کرے گا جس دن کہ اس کے سایے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا ...... ان میں سے ایک عدل پرور حکمراں ہوگا۔

دوسری حدیث میں ہے:

إنّ المقسطین عند الله علی منابر من نور [۱۴]

انصاف کرنے والے (قیامت کے دن) اللہ کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے۔

دوسری احادیث میں بھی اس کا اسی اہتمام سے تذکرہ ہے۔ صحیح بخاری ومسلم کی روایت میں مسلمانوں کے امام اور خلیفہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ اس کی بدولت مسلمانوں کے دین ودنیا کے مفادات کا تحفظ ہوتا ہے۔ وہ ان کی جان ومال اور ان کی عزت وآبرو کے بچاؤ کے مقصد سے ان کے لیے بطور ڈھال کے کام آتا ہے۔ اور اس کی سربراہی میں ان کے لیے اپنے ان مفادات کے لیے لڑنا آسان ہوتا ہے:

وإنما الإمام جُنّة يقاتل من ورائه ويُتقى به [۱۵]

وقت کا حکمراں ڈھال ہوتا ہے جس کے پیچھے سے جنگ لڑی جاتی اور اس کے ذریعہ اپنا بچاؤ کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد کا ٹکڑا ہے جو اصل دل چسپی کا ہے:

فإن أمر بتقوى الله وعدل فانّ له بذٰلک اجراً، وان قال بغيره فان عليه منه [۱۶]

اگر وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہے اور انصاف سے کام لیتا ہے تو اس کو اس کا بڑا بدلہ ملے گا، اگر اس کا طرزِ عمل اس کے برعکس ہوگا تو وہ اس کے وبال سے دوچار ہوگا۔

یہ دراصل حضرت ابو ہریرہؓ کی اس مشہور حدیث کا آخری ٹکڑا ہے جس کا ابتدائی حصہ الفاظ کے تھوڑے سے فرق سے اوپر گزر چکا ہے۔ یہاں اس کے الفاظ ہیں:

من أطاعني فقد أطاع الله، ومن عصاني فقد عصىٰ الله، ومن يطع الأمير فقد أطاعني، ومن يعص الأمير فقد عصاني [۱۷]

جس نے میری بات مانی اس نے اللہ کی بات مانی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جو امیر کی بات مانے اس نے میری بات مانی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

آپ ﷺ کی دیگر احادیث میں بھی امیر اور خلیفہ کی طرف سے اپنے عوام کے تئیں اس عدل و انصاف کی ایسی ہی تاکید ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

إن أحبّ الناس الى الله يوم القيامة وأدناهم منه مجلساً إمام عادل و أبغض الناس الى الله وأبعدهم منه مجلسا إمام جائر [۱۸]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ محبوب اور اس سے قریب باریابی پانے والا عدل پرور حکم راں ہوگا، اسی طرح اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض اور اس سے دور بٹھایا جانے والا ظالم حکم راں ہوگا۔

اسی طرح حضرت عمر بن الخطابؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن أفضل عباد الله عند الله منزلة يوم القيامة إمام عادل رفيق وإن شرّ الناس عند الله منزلة يوم القيامة إمام جائر خرق ۱۹

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک اس کے بندوں میں سب سے اونچے مرتبے پر فائز عدل پرور حکمراں ہوگا جو ساتھ ہی نرم خو ہو۔ اسی طرح قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بری جگہ پانے والا ظالم حکمراں ہوگا جو اسی طرح بے سمجھ بھی ہو۔

یہاں تک کہا گیا ہے کہ:

إن اللّه يقيم الدولة العَادلة وإن كانت كافرة ، ولايقيم الظالمة وإن كانت مسلمة ۲۰

اللہ تعالیٰ عدل پرور حکومت کو باقی رکھتا ہے اگر چہ وہ کفر کے راستے پر کیوں نہ ہو، لیکن وہ ظالم حکومت کو باقی رہنے نہیں دیتا اگر چہ وہ اسلام کی پیروکار ہو۔

اسی بات کو دوسرے لفظوں میں بھی کہا گیا:

الدنيا تدوم مع العدل والكفر و لاتدوم مع الظلم والإسلام ۲۱

دنیا انصاف اور کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے لیکن وہ اسلام اور ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتی۔

عدل وانصاف کے سلسلے میں شاید یہ آخری بات ہے جو کہی جا سکتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم اور نفاق کے نتیجے میں صرف حکومت واقتدار ہاتھ سے نہیں جاتا بلکہ اس کا وبال بعض دوسری صورتوں میں بھی ظاہر ہوتا ہے:

......ولاحكم قوم بغير الحق الافشا فيهم الدم ۲۲

جس قوم کے اندر حق کے خلاف فیصلے ہوتے ہیں اس کے یہاں قتل وخون ریزی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔

ترجمان القرآن کا یہ پورا اثر بڑا چونکانے والا اور عبرت انگیز ہے۔ اس لیے یہاں اسے پورا پورا نقل کیا جاتا ہے۔

ماظهر الغلول في قوم قط الّا ألقى في قلوبهم الرعب، ولا فشا الزنىٰ في قوم قطّ الّا كثر فيهم الموت، ولا نقص قوم المكيال والميزان الا قُطع عنهم الرزق، ولا حكم قوم بغير الحق الّافشا فيهم الدم، ولا ختر قوم بالعهد الّاسلط الله عليهم العدوّ ۲۳ے

جس قوم میں بے ایمانی عام ہو جاتی ہے اس کے دلوں میں خوف و دہشت پیوست کر دی جاتی ہے، اور جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اس میں کثرت سے موتیں ہونے لگتی ہیں اور جو قوم ناپ تول میں کم کرنے لگتی ہے اس کی روزی گھٹ جاتی ہے۔ اور جس قوم کے اندر حق کے خلاف فیصلے ہونے لگتے ہیں اس کے یہاں قتل و خوں ریزی کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اور جو قوم عہد شکنی کی عادی ہو جاتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ دشمن کو مسلط کر دیتے ہیں۔

کہاں اسلام کی سیاست عادلہ کے عدل وانصاف کا یہ منارۂ نور اور کہاں معاصر دنیا کی ظلمت آلود سیاست، جس میں اقوام متحدہ میں دنیا کی چند طاقت ور اقوام کو ''ویٹو پاور'' کا ظالمانہ اختیار حاصل ہے، جس کی بدولت وہ آئے دن دنیا میں عدل و انصاف کی دھجیاں بکھیرتی اور زمین میں سرکشی اور عدوان کے لیے میدان تیار کرتی ہیں۔ اسلام کی عدل و انصاف سے بے لوث وفاداری ویٹو پاور کی اس روایت کو یک سر مسترد کرتی ہے۔

بدعہدی اور خیانت سے اجتناب

اسلام نے سیاستِ عادلہ کا جو تصور دیا ہے اس کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ ریاست کے ذمہ داروں اور کارکنوں کا دامن بدعہدی اور خیانت سے پاک ہونا چاہیے۔

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات بہت واضح ہیں۔ آپ کا ارشاد ہے۔

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یرکب دابة من فئ المسلمین حتی اذا أعجفها ردّها فیه ومن کان یومن بالله وباليوم الآخر فلا يلبس ثوباً من فئی المسلمين حتى اذا أخلقه ردّه فيه ۲۴

جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مسلمانوں کے فئی کے مال (سرکاری مال) کے کسی جانور پر سواری نہ کرے، یہاں تک کہ جب اس کو خوب کم زور اور لاغر کر لے تو اس کو لا کر اس میں لوٹا جائے، اور جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ مسلمانوں کے فئی کے مال (سرکاری مال) کا کوئی کپڑا نہ پہنے یہاں تک کہ جب اس کو خوب پرانا کر لے تو اس کو اس میں لا کر لوٹا جائے۔

اسی طرح دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

أدّو الخياط والمخيط، وايّا كم و الغلول فإنّه عار على أهله يوم القيامة ۲۵

سوئی دھاگے تک (سرکاری خزانے میں) جمع کرو اور بے ایمانی کے پاس بھی نہ پھٹکو اس لیے کہ قیامت کے دن وہ ایسا کرنے والے کے لیے باعث ننگ و عار ہوگی۔

نیز یہ کہ:

إذا وجدتم الرجل قد غلّ فأحرقوا متاعه واضربوه ۲۶

جب تم دیکھو کہ کسی شخص نے بے ایمانی کی ہے تو اس کا سامان جلا دو اور اس کو مارو الگ سے۔

یہاں تک فرمایا کہ:

من كتم غالّاً فإنّه مثله ۲۷

جو کسی بے ایمان کو بچانے کی کوشش کرے وہ بھی اسی کے مانند ہے۔

کھوٹ اور خیانت کی یہ صورت عامۃ الناس سے متعلق ہے۔ اس کی دوسری صورت امراء و حکام سے متعلق ہے جس میں وہ اپنے عہدے اور منصب کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس کے سلسلے میں بھی آپؐ کی اسی طرح کی سخت وعیدیں ہیں ۔ ایک موقع پر قبیلۂ بنو اسد کے ایک شخص ابن اللتیہ کو آپؐ نے صدقہ کی وصولی پر مامور فرمایا۔ واپس آنے پر وہ کہنے لگے کہ یہ مال تو مسلمانوں کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیہ میں دیا گیا ہے ۔ اطلاع ہونے پر آپؐ اس پر سخت ناراض ہوئے اور موقع کی مناسبت سے یہ بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا:

مابال العامل نبعثه فيأتي فيقول: هــذا لک و هــذا لــی ، فهلاّ جلـس فی بيت أبيه وأمه فينظر أيهـدیٰ لـه أم لا ؟ والذی نفسی بيـده لايـأتـی بشیٔ الّا جا ء يوم الـقيـامة يـحـمله علی رقبة ، ان كـان بـعيـراً له رغاء أو بقرة لها خوار او شاة تعير ۲۸

سرکاری کارندوں کا بھی عجب حال ہے کہ ہم ان کو بھیجتے ہیں تو وہ آکر کہتے ہیں کہ: یہ آپ کا ہے اور یہ ہمارا ہے۔ تو ایسا شخص کیوں نہیں اپنے باپ اور ماں کے گھر میں بیٹھتا پھر وہ دیکھے کہ اسے کون لاکر ہدیہ دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ایسے شخص کو اس طریقے سے جو چیز بھی ملے گی قیامت کے دن وہ اس کو اپنی گردن پر لاد کر لائے گا تو اگر اس کی چوری کی ہوئی چیز اونٹ ہوگی تو وہ بلبلائے گا اگر وہ گائے اور بیل ہو تو ڈکار مارے گا اور اگر وہ بکری ہوگی تو وہ ممیائے گی۔

اس کے بعد آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر تین بار اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ألاهل بلغت ۲۹ — میرے اللہ گواہ رہنا کہ میں نے بات کو پہنچادیا۔

صحیح مسلم میں اسی موقع پر اس سلسلے میں آپ ﷺ کی یہ اصولی ہدایت ہے:

من استعملناه منکم علی عمل فکتمنا مخیطا فمافوقه کان غلولاً یأتی به یوم القیامة ۳۰

تم میں سے جس کسی کو ہم سرکاری کام پر لگائیں اور وہ سوئی یا اس سے اوپر کی کوئی چیز ہم سے چھپائے تو یہ بے ایمانی میں شامل ہوگی ۔ اور قیامت کے دن اس کو اس کا حساب دینا پڑے گا۔

نیز یہ کہ:

من استعملناه منکم علی عمل فلیجیء بقلیله و کثیرة فما أوتی منه أخذ وما نهی عنه انتهی ۳۱

تم میں سے جس کسی کو ہم کسی سرکاری کام پر لگائیں تو تھوڑا یا زیادہ جو اس کو ملے وہ اسے لا کر جمع کرے اب (سرکار کی طرف سے) اس کو جو ملے وہ اسے لے لے اور جو اس سے روک لیا جائے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجتے ہوئے اس سے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو جو نصیحت فرمائی اس سے یہ مضمون مزید نکھرتا اور صاف ہوتا ہے۔ اس پوری روایت کو اصل الفاظ کے ساتھ دیکھیے:

عن معاذ بن جبلؓ قال بعثنی رسول الله ﷺ الی الیمن فلمّا سرت أرسل فی أثری فرددت قال أتدری لم بعثت الیک قال لا تصیبنّ شیئاً بغیر إذنی فانه غلول و من یغلل یأت بما غل یوم القیامة لهٰذا دعوتک وامض لعملک ۳۲

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یمن کے لیے روانہ کیا تو جب میں کچھ دور نکل گیا تو آپ ﷺ نے مجھ کو واپس بلوایا تو جب میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم سمجھے کہ میں نے تم کو کیوں واپس بلوایا؟ میری اجازت کے بغیر کسی معمولی سے معمولی چیز کو بھی ہاتھ نہ لگانا، اس لیے کہ یہ بے ایمانی میں شمار ہوگا اور جو کوئی کسی طرح کی بے ایمانی کرے گا وہ قیامت کے دن اس کے ساتھ حاضر ہوگا، میں نے تم کو اسی لیے بلایا تھا اب تم جاؤ اور اپنے کام پر لگ جاؤ۔

لیکن یہ وادی بڑی سنگلاخ اور بڑی پرخار ہے۔ کسی امیر اور حاکم کا اس سے بچ کر نکلنا بہت مشکل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی ہے:

ما من أمير عشرة الايُوتىٰ به يوم القيامة مغلولة يداه الى عنقه أطلقه الحق أو أو بقه ۳۳

جو کوئی دس آدمیوں کا بھی ذمہ دار ہوگا تو اس کو قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن سے بندھا ہوگا۔ اب اگر وہ سچا ہوگا تو اس کا ہاتھ کھل جائے گا ورنہ وہ اسی طرح بندھا رہے گا۔ اور اس کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔

نیز یہ کہ:

لكل غادر لواء يوم القيامة يرفع لـه بقدر غدره الاَ ولا غادر أعظم غدراً من أمير عامة ۳۴

قیامت کے دن ہر بے ایمان اور بدعہد کی پہچان کے لیے اس کے ساتھ ایک جھنڈا ہوگا جو اس کی بدعہدی اور بے ایمانی کے بقدر اونچا ہوگا اور سب سے بڑا بدعہد اور بے ایمان کسی قوم کا سربراہ اعلیٰ ہوگا۔

اسلام کی سیاستِ عادلہ کی یہ ایک جھلک ہے۔ وطنِ عزیز اور معاصر دنیا کے سیاست داں اور حکم راں اس کے آئینے میں اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ کاش کہ آج کا ذہین اور سمجھ دار طبقہ اسلام اور اس کی نجات دہندہ تحریک کے خلاف بے بنیاد عالمی پروپگنڈہ سے متاثر نہ ہوکر پوری غیر جانب داری اور جذبۂ حق پسندی کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھانے اور اس کو قبول کرنے کا اپنے اندر عزم پیدا کر سکے۔

وماعلینا الا البلاغ

☆☆☆

حواشی و مراجع:

۱۔ صحیح بخاری جلد۴، کتاب الاحکام، باب من سأل الامارۃ وکل الیہا، صحیح مسلم جلد۳۔ کتاب الامارۃ، باب النہی عن طلب الامارۃ والحرص علیہا۔

۲،۳۔ صحیح بخاری، حوالہ سابق

۴۔ صحیح بخاری، جلد۴۔ کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ، صحیح مسلم، جلد۳۔ کتاب الامارۃ، حوالہ سابق۔

۵۔ صحیح بخاری، حوالہ مذکور۔

۶۔ موطا امام محمد/۴۰۰، باب النوادر، خورشید بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۸۲ء

۷۔ احیاء علوم الدین: ۴/۲۷۹، طبع قدیم، مطبعہ عامرہ شرفیہ، مصر، ۱۳۲۶ھ

۸۔ صحیح مسلم، جلد۴۔ کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم۔ نیز مسند احمد: ۳/۳۲۳

۹۔ صحیح بخاری، جلد۲۔ کتاب المظالم والغصب، باب اعن اخاک ظالما او مظلوما۔ جامع الترمذی: ۲/ ۵۰، ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب بلا ترجمہ۔ سنن الدارمی، جلد۲۔ کتاب الرقائق، باب انصر اخاک ظالما او مظلوما۔ نیز مسند احمد: ۳/۹۹، ۲۰۱۔

۱۰۔ سنن نسائی، جلد۲۔ کتاب الاستعاذہ، باب دعوۃ المظلوم۔

۱۱۔ سنن نسائی، باب الاستعاذۃ من الذلۃ، نیز، باب الاستعاذۃ من القلۃ۔

۱۲۔ مسند احمد: ۳/۱۵۳۔

۱۳۔ صحیح بخاری، جلد۱۔ کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ، وفضل المساجد، جلد۴۔ کتاب الحدود، باب فضل من ترک الفواحش۔ صحیح مسلم جلد۲۔ کتاب الزکاۃ، باب فضل اخفاء الصدقۃ۔ نیز مسند احمد: ۲/۴۳۹۔

۱۴۔ صحیح مسلم، جلد۳۔ کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر والحث علی الرفق بالرعیۃ والنہی عن ادخال المشقۃ علیہم۔

۱۵،۱۶۔ صحیح بخاری، جلد۲۔ کتاب الجہاد والسیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ۔ صحیح مسلم، جلد۳، کتاب الامارۃ، باب الامام اذا امر بتقوی اللہ وعدل کان لہ اجر۔

۱۷۔ صحیح بخاری، جلد۲۔ کتاب الجہاد والسیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ۔ حوالہ بالا

۱۸۔ جامع الترمذی، جلد۱۔ ابواب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الامام العادل، قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب لانعرفہ الامن ہذا الوجہ

۱۹ بیہقی فی شعب الایمان، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، جلد۲۔ کتاب الامارۃ والقضاء، فصل ثالث۔ ص۳۲۳۔ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

۲۰، ۲۱ علامہ ابن تیمیہ م ۷۲۸ھ: الاستقامہ: ۲/ ۲۴۷، طبع جدید، من مطبوعات جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، السعودیہ، طبعہ اولیٰ ۱۹۸۳ء/ ۱۴۰۴ھ، تحقیق: الدکتور محمد رشاد سالم۔ نیز ملاحظہ ہو انہی کی: الحسبۃ، مشمولہ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۸/ ۱۴۶، طبع جدید، السعودیہ۔ ترتیب: عبدالرحمٰن بن قاسم وابن محمد۔

۲۲، ۲۳ موطا امام مالک: ۱/ ۳۰۵، کتاب الجہاد، باب ماجاء فی الغلول، مکتبہ تجاریہ کبریٰ (مصر) ۱۹۶۹ء/ ۱۳۸۹ھ۔

۲۴ سنن ابو داؤد، جلد۲۔ کتاب الجہاد، باب الرجل ینتفع من الغنیمۃ بشیٔ، سنن الدارمی، جلد۲۔ کتاب السیر، باب النہی عن رکوب الدابۃ من المغنم ولبس الثوب منہ۔

۲۵ سنن الدارمی، حوالہ سابق، باب ماجاء انہ قال: ادوا الخیاط والمخیط۔

۲۶ ابو داؤد، جلد۲۔ کتاب الجہاد، باب عقوبۃ الغال، سنن الدارمی، حوالہ بالا۔ باب عقوبۃ الغال

۲۷ ابو داؤد، حوالہ سابق، باب النہی عن الستر علیٰ من غلّ۔

۲۸، ۲۹ صحیح بخاری، جلد۴۔ کتاب الاحکام، باب ہدایا العمال۔ صحیح مسلم، جلد۳۔ کتاب الامارۃ، باب تحریم ہدایا العمال۔ البتہ صحیح مسلم میں ألا ھل بلغت، تین کے بجائے دوبار کہنے کی روایت ہے۔

۳۰، ۳۱ صحیح مسلم، حوالہ سابق۔

۳۲ جامع الترمذی، جلد۱۔ ابواب الاحکام عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی ہدایا الامراء۔

۳۳ سنن الدارمی، جلد۲۔ کتاب السیر، باب التشدید فی الامارۃ، ص۳۱۳۔ ایضا رواہ البیہقی والبزار ورجالہ رجال الصحیح، ایضا: صححہ الالبانی فی صحیح الجامع، دارمی، محولہ بالا۔

۳۴ صحیح مسلم، جلد۳۔ کتاب الجہاد والسیر، باب تحریم الغدر، عامرہ، مصر۔ جامع الترمذی، جلد۲۔ ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب مااخبر النبی ﷺ اصحابہ بما ھو کائن الی یوم القیامۃ۔ روایت کے پہلے حصہ کے لیے صحیح بخاری جلد۴۔ کتاب الادب، باب مایدعیٰ الناس بآبائہم۔ نیز مسند احمد: ۳/۱۴۲-۱۵۰ وغیرہ۔